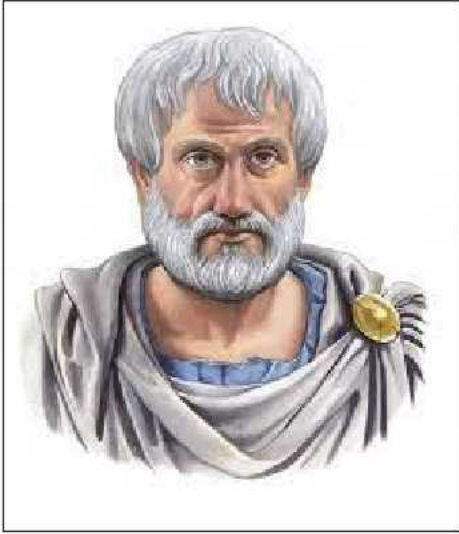


فلاسفہ ارسطو



علم و دانش کی بات ہو تو یقیناً نظر یونان کے ان دانش وروں پر جا کرکتی ہے، جن کی نظیر علمی دنیا میں نہیں ملتی۔ علم کی بات نہ تو ان کے بغیر شروع ہو سکتی ہے اور نہ ہی مکمل۔ ان فلاسفوں میں سقراط، افلاطون اور ارسطو سر فہرست ہیں۔ آج جدید ٹیکنالوجی نے حصول علم اور تحقیق کے ذرائع نہایت آسان بنا دیے ہیں لیکن تقریباً تین ہزار سال پہلے کا دور ایک مشکل دور تھا۔ اس کے باوجود یونان کے ان مفکرین نے روشنی کے جو مینار کھڑے کیے، وہ علمی دنیا کے اہم سنگ میل ہیں۔

ارسطو (384-322 ق م BCE) یونان کے شہر سٹاگرا میں پیدا ہوئے۔ یہ شہر یونان کے دار الحکومت ایتھنز سے دو سو میل دور تھریس بندرگاہ کے قریب واقع ہے۔ ان کے والد ریاست مقدونیہ کے شاہی طبیب تھے۔

ارسطو ابھی کم عمر ہی تھے کہ ان کے والد فوت ہو گئے۔ اب وہ پڑھائی کی طرف مائل ہوئے۔ ان کا طبعی میلان طبیعیات کی طرف تھا۔ والد کے انتقال کے بعد ارسطو کی پرورش کی ذمہ داری اس کے ایک قریبی عزیز نے اپنے سر لے لی۔ ارسطو کو 17 سال کی عمر میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے ایتھنز بھیج دیا گیا۔

ایتھنز پہنچ کر ارسطو نے افلاطون کی اکیڈمی میں داخلہ لیا۔ انھوں نے افلاطون کی شاگردی اختیار کی تو ان کا میلان فلسفہ کی طرف ہو گیا۔ یہاں اس نے اپنی زندگی کے انتہائی اہم 20 سال تحصیل علم میں گزارے۔ ارسطو کے روپ میں افلاطون کو نہایت مشکل شاگرد ملا، ارسطو اپنے استاد سے بہت بحث کیا کرتا تھا اور اکثر افلاطون سے اختلاف کیا کرتا مگر یہ اختلاف ذاتی نہیں بلکہ نظریاتی ہوتا تھا۔ ذاتی طور پر وہ افلاطون کی بہت عزت کرتا تھا اور جب تک افلاطون زندہ رہا ارسطو اکیڈمی سے وابستہ رہا۔ انھوں نے مسلسل بیس سال تک افلاطون سے علم حاصل کیا اور اپنے استاد کی وفات کے بعد ایتھنز چھوڑ دیا۔

اکیڈمی میں ارسطو ایک محنتی اور بے باک شاگرد کی حیثیت سے مشہور ہوا وہ رات گئے تک دیے کی روشنی میں مطالعہ اور خوب غور و فکر کرنے کے بعد صبح آکر اپنے استاد سے مباحثہ کیا کرتا اور واضح الفاظ میں اختلاف رائے کا اظہار کرتا۔ اکیڈمی کو خیر باد کہنے کے بعد ارسطو نے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور اٹارنیوس کے حکمران کی ہجرتی سے اُن کی شادی ہوئی۔

343 قبل مسیح (BCE) میں مقدونیہ کے فرماں روا فلپپوس (Philippos) نے ارسطو کو اپنے بیٹے سکندر کا اُستاد مقرر کیا۔ اس زمانے میں ارسطو کی شہرت یونان کے سب سے ذہین استاد کی تھی۔ اس وقت سکندر کی عمر 13 سال تھی۔ انھوں نے سکندر کی تعلیم و تربیت اچھی طرح کی۔ سکندر بھی ان کا احترام کرتا تھا۔ اس کا یہ قول بھی مشہور ہے کہ میرے باپ نے مجھے زندگی دی، اور میرے استاد نے مجھے جینے کا سلیقہ سکھایا۔ بہر حال سکندر اپنے والد کی وفات کے بعد حکمران بنا تو دنیا فتح کرنے نکلا اور سکندر اعظم کہلایا۔

مستقبل کے سکندر اعظم نے 13 سال کی عمر میں ارسطو کا شاگرد ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔ مؤرخین کے مطابق سکندر کے ذہن پر ارسطو کی گہری چھاپ تھی۔ سن 336 قبل مسیح (BCE) میں سکندر کی تخت نشینی کے بعد ارسطو مقدونیہ سے رخصت ہوا۔ وہ کچھ عرصہ اسٹیکیرا میں رہنے کے بعد واپس ایتھنز پہنچا اور درس و تدریس اور تحقیق کا کام شروع کیا۔ اس نے اپنے مکتب میں باقاعدہ تجربہ گاہ اور کتب خانہ قائم کرنے کے علاوہ لیکچر ہال تیار کروائے۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ سکندر اعظم نے ارسطو کو سائنسی اور میڈیکل تحقیق کے لیے 1000 غلام دیے تھے، جو دنیا کے کونے کونے میں جا کر ہر جانور اور ہر پودے کے نمونے حاصل کر کے لائے۔ علاوہ ازیں سکندر اعظم نے ارسطو کو ایک خطیر رقم پیش کی تھی، جس سے ارسطو نے دنیا کے ہر خطے سے قلمی نسخے منگوا کر مطالعہ کیا۔

ان 323 قبل مسیح (BCE) میں سکندر اعظم کی وفات ہوئی۔ دنیا فتح کرنے کے جنون میں سکندر نے مرنے سے پہلے یونان کی چھوٹی ریاستیں فتح کیں۔ یہی وجہ تھی کہ ان ریاستوں خصوصاً ایتھنز کے مکین سکندر اعظم سے نالاں تھے۔ سکندر کی وفات کے بعد ایتھنز کے باشندوں نے مقدونیہ کے سیاسی اقدار کے خلاف بغاوت کر ڈالی اور سکندر کے حامیوں کو شکست دی۔ سکندر اعظم کی وفات کے بعد ارسطو ایک دفعہ پھر ایتھنز آ گئے اور اپنا مدرسہ لیسیم (Lyceum) قائم کیا اور وہ اگلے بارہ برس تک یہ مدرسہ چلاتے رہے لیکن ایتھنز کے مکینوں کو سکندر اعظم اس کی فوج اور باقیات سے چڑھتی، سو وہ سکندر کے استاد کو کیسے برداشت کر سکتے تھے؟

ارسطو نے ہوا کا رُخ سمجھ لیا اور ایتھنز سے کوچ کرتے وقت کہا ”میں ایتھنز والوں کو دوبارہ موقع نہیں دوں گا کہ وہ سقراط کی طرح مجھے بھی ختم کرنے کا گناہ کریں۔“ ارسطو بہت زرخیز ذہن کے مالک تھے انھوں نے طبیعیات، فلسفہ، نفسیات، حیاتیات اور اخلاقیات پر مستند کتابیں لکھیں۔ ان کا طریقہ کار یہ تھا کہ صبح کے وقت وہ اپنے چند شاگردوں کے ساتھ فلسفے کے مختلف موضوعات پر بحث کرتے اور شام کو ایک عوامی حلقے میں تقریر کرتے تھے۔ ان کی کتابیں انھی تقاریر کا مجموعہ ہیں۔

ارسطو کی تحاریر:

ارسطو سے سیکڑوں کتابیں اور رسالے منسوب کیے جاتے ہیں جن میں سے زیادہ تر ضائع ہو گئے۔ کچھ قدیم مصنفین نے ارسطو کی تصانیف کی تعداد چار سو بتائی ہے اور کچھ نے ان کی تعداد ایک ہزار تک بتائی ہے۔ بہر حال اس بات سے یہ ضرور پتا چلا کہ ارسطو نے جو کچھ لکھا وہ سب کا سب ہم تک نہیں پہنچا۔ لیکن منطق، سائنس، فلسفہ، اخلاق و سیاست کے بارے میں کئی اہم تصانیف کے علاوہ ”فنِ خطابت“ اور ”بوطیقا“ ہم تک پہنچی ہیں۔ ارسطو کی یہ ساری تصانیف ذہن انسانی کے لئے آج بھی بنیادی اہمیت کی حامل ہیں۔ ارسطو کی ایک بنیادی

اور ”بوطیقا“ ہم تک پہنچی ہیں۔ ارسطو کی یہ ساری تصانیف ذہن انسانی کے لئے آج بھی بنیادی اہمیت کی حامل ہیں۔ ارسطو کی ایک بنیادی اہمیت یہ ہے کہ اس نے سائنس، فلسفہ و منطق وغیرہ کی ایسی لاتعداد اصطلاحات وضع کیں کہ دو ہزار سال سے زیادہ عرصہ گزر جانے کے باوجود ہم آج بھی انھی اصطلاحات کی مدد سے اپنے خیالات کا اظہار کر رہے ہیں۔

مابعد الطبیعات:

مابعد طبیعات کے لغوی معانی اس شے یا علم کے ہیں جو طبیعات کے بعد آئے۔ ارسطو نے پہلے طبیعات کے موضوع پر کتابیں لکھیں۔ ان کتابوں کے بعد جو کچھ لکھا اسے کوئی مخصوص عنوان نہ دیا، اس لیے ان تحریروں کو مابعد طبیعات کہا جانے لگا۔ یہاں ارسطو کی مابعد طبیعات کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔ ارسطو کے مابعد طبعیاتی فلسفے میں چار موضوعات پر بحث کی گئی ہے۔

1۔ مایہ: (Substance)

2۔ سبب: (Causality)

3۔ موجودات کی ہیئت: (Nature of beings)

4۔ خدا کا وجود: (Existence of God)

خوشی اور اخلاقیات:

انسان جو بھی عمل کرتا ہے یا جو بھی نقل و حرکت کرتا ہے۔ ان کے پیچھے یقیناً کوئی نہ کوئی مقصد ہوتا ہے۔ ارسطو کہتا ہے کہ اگر گہرائی سے دیکھا جائے تو ہر عمل کو حتمی مقصد خوشی یا مزاح حاصل کرنا ہوتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی انسان ورزش کرتا ہے تو اس کا مقصد صحت مندر رہنا اور صحت مندر رہنے کا مقصد خوش رہنا ہے۔ اس لیے ورزش کا حتمی مقصد خوشی کا حصول ہے اس طرح انسان کی دن رات کی ان تھک محنت کسی نہ کسی مسرت ہی کو جستجو ہوتی ہے۔ کسی کے لیے دولت خوشی ہے تو کسی کے لیے صحت اور کسی کے لیے طاقت اور اقتدار وغیرہ۔ ارسطو کا نظام اخلاق اس نکتہ پر مشتمل ہے کہ خوشی کی طلب میں جو عمل یا کام کاج کیے جائیں ان کی بنیاد نیکی (Virtue) یا اچھائی پر ہونی چاہیے۔ یعنی یہ اعمال نسل انسانی کے انفرادی حتیٰ کہ اجتماعی بہتری کے لیے مناسب اور ضروری ہوں۔

سیاست:

ارسطو نے اپنے سیاسی نظریے کی وضاحت کے لیے ایک کتاب سیاست (Politics) لکھی جس میں وہ اپنے استاد افلاطون سے اس بات پر متفق ہے کہ ”فرد کی طرح ریاست بھی ایک بنیادی مقصد رکھتی ہے۔ یہ بنیادی مقصد عوام کی بھلائی اور خوشحالی ہے۔“ ارسطو کہتا ہے کہ اگر کسی کو ریاست کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی تو وہ انسانیت کے درجے سے بہت بلند ہے یا پھر انسانیت کے درجے سے کم تر ہے۔ دوسرے الفاظ میں صرف خدا اور جانور کو ریاست کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر انسان کسی معاشرے یا ریاست کے بغیر رہتا ہے تو اس کی زندگی بالکل وحشی جانوروں کی سی ہوتی ہے۔ یہ ریاست ہی ہے کہ جو وحشی کو انسان بنا کر اسے نیکی اور بھلائی کی تعلیم دیتی ہے اور نیکی کرنے کے مواقع بھی فراہم کرتی ہے۔

ارسطو ریاست کی چھ اقسام بتاتا ہے جن میں سے تین اصلی ریاست کی ہیں اور تین قسمیں ان کی بگڑی ہوئی شکلیں یا متضاد ہیں۔

1- بادشاہت (Monarchy)

اس قسم کی حکومت میں بادشاہ اپنی حلاصیتوں، نیکی، ذہانت، بہادری، قانونی اور اخلاقی طریقوں سے حکومت کرتا ہے اور عوام کی بھلائی کے لیے کام کرتا ہے۔ اس نظام کی مخ شدہ صورت یا متضاد جبری حکومت ہے جس کا مقصد عوام کی بھلائی کے بجائے عوام کے حقوق غصب کرنا، لوٹ مار کرنا اور اپنے طبقے کے ذاتی مفادات حاصل کرنا ہے۔ اس قسم کے حکمران لوگوں کو مار کر، حراساں کر کے اور دہشت زدہ کر کے حکومت کرتے ہیں۔ اور عوام کی مرضی کی قطعی پروا نہیں کرتے۔

2- امراراج (Aristocracy)

اگر نیک اور شریف امرا خاندان کسی اصول اور ضابطے کے تحت حکومت کریں جس میں عوام کی رضامندی بھی شامل ہو اور ان کے مفادات کا خیال بھی رکھا جائے۔ تو اسے امراراج کہنا چاہیے۔ اس راج یا نظام حکومت کی مخ شدہ صورت (Oligarchy) سے ہے، یہ بھی امراراج ہے لیکن اس میں امرا عوامی مفادات کی بجائے ذاتی مفادات کے لیے کام کرتے ہیں۔ جو کہ خود غرض، خود پرست، نادان اور بد اخلاق ہوتے ہیں۔

3- آئینی جمہوریت (Timocracy)

اس طرز حکومت میں ایک آئین ہونا چاہیے اور حکمران اس آئین کے تحت حکومت کریں حکمران عوام میں سے ہوں اور عوام کو اپنے مکمل حقوق و فرائض کی مکمل آگاہی ہو۔

ریاست کیسی ہونی چاہیے:

ارسطو نے تین نظام حکومت اس لیے دیے ہیں کہ لوگ اپنے علاقے کی ضروریات اور عوام کے مزاج کے مطابق ان تینوں میں سے کسی ایک کو نافذ کریں۔ لیکن ایک بات جو ان تمام نظاموں حکمرانوں میں ہونی چاہیے وہ یہ ہے کہ عوام کو نیکی اور خوشحالی تک پہنچادیں۔

1- ریاست کو درمیانی رقبے پر مشتمل ہونا چاہیے۔ کیونکہ زیادہ بڑی ریاست کا انتظام سنبھالنا دشوار ہوتا ہے اور زیادہ چھوٹی ریاست اپنا وجود برقرار نہیں رکھ سکتی۔

2- ریاست کو اپنی فاضل اضافی اشیاء برآمد اور ضرورت کی اشیاء درآمد کرنی چاہئیں۔

3- ثقافتی سرگرمیاں ضرور ہونی چاہئیں مگر یہ عیاشی میں تبدیل نہ ہوں۔

4- زرعی مزدور، کسان، ہنرمند اور غلام ضرور ہونے چاہئیں۔ مگر یہ شہری (Citizens) نہیں کہلائیں گے۔ مگر شہری صرف وہ لوگ

ہو گے جو کہ نو جوانی میں فوجی، جوانی یا درمیانی عمر میں مجسٹریٹ یا معزز اور بڑھاپے میں مذہبی رہنما بن کر جنسں گے۔

تعلیم دینا ریاست کی ذمہ داری ہو۔ تعلیم انسان کے جسم سے شروع ہونی چاہیے کیونکہ بدن اور اس کی ضروریات روح سے پہلے

پلنے بڑھنے لگتی ہیں۔ جسم کو تعلیم اس لیے دینا چاہیے کہ وہ روح کی تابع ہو سکے اور جسمانی تقاضوں کو تعلیم اس لیے دینا چاہیے کہ وہ عقلی استدلال (Reason) کے تابع ہو سکیں۔

ارسطو کے نظریہ اخلاق میں معاشرے کو زیادہ اہمیت حاصل ہے کیونکہ انفرادی اخلاق اگر انسانی معاشرے کو فائدہ نہیں دیتا تو اس کا ہونا یا نہ ہونا ایک برابر ہے۔ اس لیے انہوں نے انفرادی اخلاق کو نظر انداز کیا۔ جس کے حق میں یہ دلیل دی ہے کہ فرد کے لیے معاشرتی زندگی بہترین زندگی ہے۔ اس لیے ارسطو کی نظر میں اخلاقیات کا اصل موضوع معاشرہ ہے۔ افلاطون نے جو نظام حکومت دینے کی کوشش کی اس میں اخلاقیات و سیاسیات کو جڑواں قرار دیا اور سیاست میں بلند اخلاق ہی معاشرے کو اخلاقی کمزوریوں سے پاک رکھ سکتے ہیں۔ ارسطو بھی اپنے استاد کے نظریے سے اتفاق کرتے ہیں۔

ارسطو انسان کی اس زندگی کو بہترین تصور کرتے ہیں، جس میں وہ معاشرے میں رہ کر اپنے تعاون اور حسن سلوک بلکہ اپنی قربانی سے اجتماعی مفاد کو پروان چڑھائے۔ وہ اخلاق میں میانہ روی کے قائل ہیں اور یہ فیصلہ عقل کرتی ہے، اس لیے اخلاقیات میں وہ عقل کو اہمیت دیتے ہیں۔ ارسطو انسانی فضائل کی دو قسمیں بتاتے ہیں۔ ایک علمی اور دوسری اخلاقی اور ان میں وہ اخلاقی فضیلت کو زیادہ اہم سمجھتے ہیں۔

مشق

(الف) مفصل جواب لکھیے۔

- 1- ارسطو کے نظام اخلاق پر نوٹ لکھیے۔
- 2- ارسطو کے حالات زندگی پر مختصر نوٹ لکھیں۔
- 3- ارسطو اور سکندر اعظم کا تعلق تفصیل سے بیان کریں۔

(ب) مختصر جوابات لکھیں۔

- 1- مختلف علوم میں یونان کی اہمیت کیا ہے؟
- 2- ارسطو نے کس استاد سے تعلیم حاصل کی؟
- 3- ارسطو کے مابعد طبیعیات کے چار موضوعات کون سے ہیں۔
- 4- ارسطو کی تحریریں کن موضوعات پر ہیں؟
- 5- ارسطو کے نظام اخلاق میں کس کو زیادہ اہمیت حاصل ہے؟
- 6- ارسطو نے ایتھنز چھوڑتے وقت کیا کہا تھا؟
- 7- ارسطو کے مطابق ریاست کے اصول کون سے ہیں؟

(ج) درست جواب کی نشاندہی کیجیے۔

- 1- سقراط، افلاطون اور ارسطو..... تھے۔
 (ا) ادیب (ب) فلسفی (ج) سائنس دان (د) نفسیات دان
- 2- ارسطو کے والد..... تھے۔
 (ا) معلم (ب) معالج (ج) مذہبی رہنما (د) وعظ
- 3- ارسطو کو..... نے اُستاد مقرر کیا۔
 (ا) سکندر (ب) فیلقوس (ج) شاہ یونان (د) افلاطون
- 4- ارسطو کے نظریہ اخلاق میں زیادہ اہم ہے۔
 (ا) فرد (ب) معاشرہ (ج) حکومت (د) اُمر
- 5- ارسطو زیادہ اہم سمجھتا ہے۔
 (ا) اخلاقی فضیلت (ب) علمی فضیلت (ج) عقلی برتری (د) تجربی علم

(د) صحیح جملے کے سامنے ”ص“ اور غلط کے سامنے ”غ“ لکھیں۔

- 1- ارسطو کا طبعی رجحان فلسفے کی طرف تھا۔
- 2- ارسطو نے بیس سال تک افلاطون سے علم حاصل کیا۔
- 3- سکندر اعظم کے دو سال بعد ارسطو فوت ہو گئے۔
- 4- ارسطو نے انسانی فضائل کی تین قسمیں بتائی ہیں۔
- 5- ارسطو اخلاق کے لیے افراط و تفریط کے درمیان سے راستہ نکالتے ہیں۔
- 6- اسکندر اعظم نے ارسطو کو سائنسی و طبی تحقیق کے لیے اکیلا بھیج دیا۔
- 7- سکندر اعظم کا قول ہے کہ اُستاد نے مجھے جینا سکھایا۔

(ه) طلبہ کے لیے سرگرمیاں:

- 1- طلبہ گلوب میں یونان کا نقشہ دیکھیں یا کسی نقشے میں ایٹھنز اور مقدونیہ کو نشان دہی کریں۔
- 2- یونان کے عظیم مفکرین کا تصویر نامہ تیار کریں۔

(و) اساتذہ کے لیے ہدایات:

- 1- ارسطو نے فلسفے کے علاوہ جو کارنامے سرانجام دیے اور کتابیں لکھیں ان کے بارے میں طلبہ کو بتائیے۔
- 2- طلبہ کو سادہ الفاظ میں علم فلسفہ سے متعارف کرائیں۔



عمان ویل کانٹ (IMMANUEL KANT)



عمانویل کانٹ (1724-1804ء) اٹھارھویں صدی کے ایک نامور فلسفی تھے۔ وہ طبیعیات اور ریاضی کے استاد تھے، لیکن انھیں فلسفے سے گہرا لگاؤ تھا۔ انھوں نے فلسفہ اخلاق میں بڑا نام پیدا کیا۔ بیسویں صدی کے ایک بڑے فلسفی برٹریڈ رسل نے بھی ان کی تعریف کی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ فلسفہ اخلاق کے حامی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آج فلسفہ اخلاق کا ذکر آئے تو کانٹ کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

کانٹ 122 اپریل 1724 عیسوی کو مشرقی جرمنی میں پرشیا کے شہر کونگسبرگ (Königsberg) میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد زین ساز تھے۔ اس کے آبا و اجداد سکاٹ لینڈ سے جرمنی آئے تھے اور پھر وہ یہیں کے ہو رہے۔ کانٹ کے مسیحی والدین پائی ٹائٹس سے تعلق رکھتے تھے۔

اس فرقے کے لوگ اخلاقی قوانین کی سختی سے پابندی کرتے تھے۔ کانٹ کے سادہ لوح والدین نے کانٹ کی تربیت اسی اخلاقی ماحول میں کی۔ اس کا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ کانٹ نے زندگی بھر کسی کی دل آزاری نہ کی۔

اپنی ساری زندگی اپنے پرسکون شہر میں ہی گزاری۔ کونزبرگ سے باہر جا کر دنیا کو دیکھنے، گھومنے پھرنے یا لوگوں سے ملنے وغیرہ جیسا اسے کبھی کوئی شوق ہوا اور نہ ہی کبھی اس نے کوشش کی لیکن اس چھوٹے سے شہر میں رہتے ہوئے کانٹ نے فلسفے کی دنیا میں ایک بڑا دھماکا کیا، جس کی بازگشت ابھی تک سنائی دے رہی ہے۔ اس کی زندگی کے معمولات بالکل ایک مشین کی طرح تھے۔ مخصوص وقت پر ناشتہ کر کے گھر سے نکلتے تھے، یونیورسٹی میں فلسفہ پڑھا کر واپس لوٹتے تھے۔ دوپہر کا کھانا کھا کر شام ساڑھے تین بجے گھر سے چہل قدمی کے لیے نکلتے اور پھر گھر واپس آ جاتے۔ یہی اس کی زندگی تھی، نہ شادی، نہ بیوی، نہ بچے۔ گھر میں اُن کے علاوہ ایک ملازم اور باقی صرف کتابیں تھیں۔ وہ وقت کا اس قدر پابند تھے کہ جب وہ چہل قدمی کے لیے گھر سے نکلتے تو لوگ اپنی گھڑیاں درست کر لیتے تھے۔ وہ بنیادی طور پر ایک غریب، مسکین مگر قناعت پسند اور صابر و شاکر انسان تھے۔

کانٹ نے کونگسبرگ ہی میں تعلیم حاصل کی۔ والد کی وفات کے بعد ان کا سلسلہ تعلیم بھی منقطع ہو گیا، اور انھیں اپنی ضروریات زندگی پوری کرنے کے لیے بچوں کو پڑھا کر گزارا کرنا پڑا۔ 1755ء میں انھیں ایک دوست کی مدد میسر آئی۔ انھوں نے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کر لی اور یونیورسٹی میں تعلیم و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ یہاں انھوں نے 27 سال فلسفہ اور منطق کی تدریس کی۔ انھوں نے اس عرصے میں طلبہ کی کثیر تعداد کو متاثر کیا۔ یہاں تک کہ پرشیا کے بادشاہ نے انھیں مذہبی مضامین پڑھانے سے منع کر دیا۔ یہ پابندی اس بادشاہ کی وفات تک جاری رہی۔ کانٹ 12 فروری 1804ء میں فوت ہوئے۔

کانٹ کی زندگی کے کئی پہلو دلچسپ اور سبق آموز ہیں۔ وہ عمر بھر سفر سے گریزاں رہے اور شاید ہی کبھی صوبے سے باہر نکلے ہوں۔ انھوں نے اپنی ذاتی زندگی پر علمی کاوشوں کو ترجیح دی۔ ان کی زندگی میں جرمنی سات مرتبہ انقلابات سے گزرا مگر کانٹ برقیلے پہاڑوں میں گھرے کوکنز برگ میں مقیم رہے۔ وہ ہر روز ایک مقررہ وقت پر سیر کو نکلتے، اور بارش آئے یا آندھی ناغہ نہ کرتے۔ وہ وقت کے اس قدر پابند تھے کہ انہیں سیر پر جاتے دیکھ کر لوگ اپنی گھڑیاں درست کرتے تھے۔ اس قدر منظم زندگی گزارنے کا اثر ان کے فلسفے پر بھی رونما ہوا۔ بہت سے فلسفی اور عام لوگ انھیں ملنے آتے۔ آخری عمر میں ان سے ملنے کے لئے آنے والوں کی تعداد میں اس قدر اضافہ ہو گیا کہ انہوں نے لوگوں سے گفتگو بند کر دی اور بہت کم وقت کے لیے وہ لوگوں سے ملتے تھے۔ وہ سفر نامے شوق سے پڑھا کرتے تھے۔ انھوں نے نظام شمسی کے ایک نئے سیارے یورینس کے وجود کی پیش گوئی کی تھی اور جو درست ثابت ہوئی۔

اس کی زندگی نہایت پرسکون گزر رہی تھی، لیکن اچانک اس کی زندگی میں زلزلہ آ گیا، جس نے اسے گہری نیند سے جگا دیا۔ یہ زلزلہ تھا ڈیوڈ ہیوم کا تجربیت پسند فلسفہ اور روسو کی کتاب عمانوئل کانٹ بنیادی طور پر ایک مذہبی آدمی تھے، لیکن اس کا مذہب کسی روایتی طور طریقے سے بالاتر تھا۔ اس کے سامنے فلسفے کی دو بڑی تحریکیں تھیں، جن کے حملے سے اسے اپنا دین ایمان بچانا تھا۔ ان تحریکوں میں ایک عقلیت پسندی (Rationalism) تھی اور دوسری تجربیت پسندی (Empiricism) تھی۔

کانٹ کا دور فرانسیزی روشن خیالی کا دور بھی ہے، جب والیئر کا قلم پورے یورپ میں تیز دھارتلواری طرح رواں تھا۔ والیئر کے پاس عقلی استدلال کا انتہائی زود اثر ہتھیار تھا، جس کی مدد سے وہ مذہبی نظریات اور توہمات کو گامبرمولی کی طرح کاٹ رہا تھا۔ عقل پرستی کی اس تحریک میں کانٹ کے سامنے خدائی وجود کے منکر اور اس کے حامی تھے، جو دونوں عقلی استدلال کو استعمال کر رہے تھے۔ سینٹ تھامس، اکنیاس و دیگر نے عقلی استدلال کو استعمال کرتے ہوئے خدا کے وجود کو ثابت کرنے کی کوشش کی تھی تو دوسری طرف کئی لوگوں نے خدا کے وجود کا انکار کیا تھا۔ کانٹ کو عقل کی تلوار سے اپنے ایمان کو بچانا تھا۔ اس کے ایمان کو دوسرا خطرہ لاگ اور ہیوم کی تجربیت پسندی سے تھا، جس کا مطلب مادہ پرستی تھا۔ تجربیت پسندی میں خدا، مذہب اور ایمان کا کوئی وجود نہیں تھا اور اس کے ساتھ تجربیت پسندی کا براہ راست حملہ عقل پرستی پر تھا۔ کانٹ کو عقلیت کا دفاع بھی کرنا تھا لیکن اپنے انداز سے اور عقلیت کو کچھ زیادہ اور جامع معانی دینے تھے۔

کانٹ نے فلسفہ اخلاق پر کئی کتب لکھیں ان میں ”تنقید عقل محض“ (Critique of Pure Reason) زیادہ اہم ہے جسے اس نے بارہ سال میں سوچا اور اگلے چھ ماہ میں لکھ دیا۔ یہ کتاب 1781 عیسوی میں شائع ہوئی۔ اور ”تنقید عقل عملی“ 1788 عیسوی میں اور ”ما بعد الطبیعیات اخلاقیات“ 1797 عیسوی میں منظر عام پر آئی۔ تو فلسفے کی دنیا میں بڑی ہلچل مچ گئی۔ فلسفے کے علاوہ انھیں جغرافیہ سے بھی دلچسپی رہی۔ انھوں نے یہ مضمون پڑھایا بھی اور اس مضمون سے متعلق ان کی دو کتب بھی شائع ہوئیں۔

تنقید عقل محض:

کانٹ کی کتاب ”تنقید عقل محض“ کے عنوان سے ہی ظاہر ہوتا ہے کہ کانٹ نے عقل پر حملہ کر کے اس کے بچے ادھیڑ ڈالے ہوں گے، مگر ایسا نہیں ہے۔ یہاں تنقید کا مطلب عام تنقید نہیں ہے۔ کانٹ نے عقل کی چھان بین کر کے اسے ایک نیا مقام دیا۔ فرانسیزی روشن خیالی کے فلسفی اور ادیب خصوصاً والیئر و دیگر عقل کے ہتھیار سے مذہب خصوصاً مسیحی مذہب پر حملے کرتے رہتے تھے۔ ان کے پاس ہر نظریے اور ایمان کو پرکھنے کا ذریعہ عقل تھی۔

کانٹ نے اپنے ایمان پر حملہ کرنے والے ہتھیار کو کند کرنے کا سوچا۔ آخر یہ عقل مذہب اور ایمان کو برباد کرنے والی کون ہوتی ہے؟ کیا عقل کے فیصلے ہمیشہ درست ہوتے ہیں؟ عقل ایک معروضی حقیقت ہے یا یہ ہر انسان کے پاس اپنی ہوتی ہے؟ خالص عقل کیا ہے؟

تنقید عقل عملی:

کانٹ نے خالص عقل پر تنقید کر کے مذہب اور ایمان کو تو بچا لیا مگر نیکی اور اخلاقیات کی ضرورت کا سامنا کرنے کے لیے تنقید عقل عملی لکھی۔ نیکی کیا ہے؟ اور اخلاقی طرز عمل کا ماخذ کیا ہے؟ ہیوم کے مطابق تو ہم جو ہمدردی دکھاتے ہیں اور نیکی کرتے ہیں یہ عقل نہیں بلکہ جذبے (Emotion) کے تابع ہے یعنی اخلاقیات کا ماخذ عقل نہیں بلکہ جذبہ ہے۔ کانٹ ڈیوڈ ہیوم سے متفق نہ تھا اور عقلیت پسندوں کی بات کو آگے بڑھایا کیونکہ اس کے خیال میں نیکی کسی ہمدردی کے جذبے کا نتیجہ نہیں ہے۔ بلکہ اس کا فیصلہ عقل کرتی ہے۔ کہ صحیح کیا ہے اور غلط کیا ہے۔ یہ عقل انسان کے اندر پیدائشی (Innate) ہے۔

کانٹ کی ماورائی جمالیات:

کانٹ نے 1790 عیسوی میں ”تنقید فیصلہ“ (Critique of Judgement) نامی مقالہ لکھ کر جمالیات کو بھی اپنے رنگ میں رنگ لیا۔ ہم اشیا کی خوب صورتی اور بد صورتی کے متعلق اپنی آراء کن بنیادوں پر دیتے ہیں؟ خوب صورتی اشیا میں ہے یا دیکھنے والے کی آنکھ میں؟ یہ معروضی ہے یا موضوعی ہے۔

کانٹ نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ یہاں موضوعی عنصر زیادہ غالب ہے۔ کوئی شے بذاتِ خود خوب صورت ہے نہ بد صورت، بلکہ یہ ہماری سوچیں یا محسوسات ہی ہیں جو ان کو خوب صورت یا بد صورت قرار دیتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں کانٹ کے نزدیک خوب صورتی یا بد صورتی ذاتی پسند یا ناپسند پر مشتمل ہے، جس کی بنیاد کسی عقل، علم یا نظریے کے بجائے صرف جذبے پر ہے۔

مذہب اور عقل:

سن 1793 عیسوی میں قریباً 69 سال کی عمر میں کانٹ نے مذہب اور عقل کے متعلق کافی مقالے لکھے، جن میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ اخلاقیات کو کسی بھی مذہب کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ انسان میں نیکی کے جذبات بھی قدرتی ہیں۔ صرف ان کو منظم کرنے کی ضرورت ہے۔ کانٹ نے بہترین مذہب وہ قرار دیا ہے جس میں ”فرض کی ادائیگی“ کو قانون الہی سمجھا جائے اور اس پر عمل کیا جائے۔

دائمی امن:

کانٹ نے اپنی زندگی کے آخری سالوں میں ایک ایسا نظریہ دیا جو موجودہ اقوام متحدہ سے ملتا جلتا ہے اس نے ایسے ادارے کے قیام پر اس لیے زور دیا کہ ریاستوں کے درمیان ہونے والی لڑائی جھگڑوں کا کوئی قانونی تصفیہ کیا جاسکے اور جنگ کے امکانات کو روکا جاسکے۔ کانٹ نے کہا کہ ریاستوں کے درمیان جمہوری تعلقات ہونے چاہئیں۔ جن سے جنگ کو کافی حد تک روکا جاسکتا ہے۔ کیونکہ غیر جمہوری حکومتیں جن میں بادشاہت اور مطلق العنانیت شامل ہیں۔ ہر وقت جنگ کے لیے آمادہ رہتی ہیں۔

کانٹ کے فلسفہ اخلاق کے مطابق اخلاق اس حسن عمل کا نام ہے جس میں ارادے کا دخل ہو۔ انسانی کردار اور افعال اس کے بغیر بے معنی ہیں۔ انسان ذی عقل ہے، جذبات رکھتا ہے اور اسے بنانے والے نے اچھائی یا بُرائی کا اختیار بھی دے رکھا ہے۔ کردار فلسفے اور

اخلاق کا اہم موضوع ہے، جس پر بے شمار فلسفیوں نے اپنے اپنے نظریے پیش کیے ہیں۔ کانٹ ان میں بلند مرتبہ پر فائز ہیں۔ ان کے اخلاقی نظریات میں خیر و شر کے تصورات بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ کانٹ کے مطابق نیک اور اچھا عمل وہی ہے جو فرض سمجھ کر کیا جائے۔ انسان کی فطرت میں نیکی کا جو ہر موجود ہے اور وہ فطرتاً نیک واقع ہوا ہے۔ انسان کو عرفانِ نفس حاصل ہو جائے تو وہ خود غور و فکر کرنے سے نیکی اور بدی کی پہچان کر سکتا ہے۔ کانٹ کے نزدیک اخلاق کے قوانین کا سرچشمہ اس کی عملی زندگی ہے۔

کانٹ اخلاق کے لیے ہر فعل میں ارادے کو اہمیت دیتا ہے۔ اچھائی صرف وہی ہے جو نیک ارادے سے سرانجام دی جائے۔ کانٹ کے اخلاقی نظام میں ارادہ اور نیت وہ بنیادیں ہیں جن پر اس کے نظامِ اخلاق کی عمارت کھڑی ہے۔ کسی بھی عمل کو اخلاق کے بیٹانے پر پرکھنے کے لیے، عامل کا ارادہ دیکھا جائے گا اور اس کی نیت کا سراغ لگایا جائے گا، نیت سے پہلے اس کے نفس میں متضاد نظریات کی جنگ ہوتی ہے۔ اغراض، مقاصد اور احساسِ فرض میں تصادم ہوتا ہے اور اسی تصادم سے نیکی کا سرچشمہ بھوٹتا ہے۔ یہاں کانٹ ایک اور اہم بات کی طرف توجہ دلاتے ہیں، کہ فرد کے اخلاق کو اجتماعی میں ڈھلنا چاہیے، کیونکہ اجتماعی کی فلاح ہی اخلاق کا مطلوب ہے۔ ہم عام طور پر کہتے سنتے ہیں کہ دیانتداری اچھی چیز ہے (Honesty is the best policy)۔ کانٹ کے نزدیک یہ معیار درست نہیں۔ وہ صرف افادی نقطہ نظر (Utilitarian View) کے قائل نہیں، بلکہ ان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ دیانتداری سے نفع ہو یا نقصان، دیانتداری ہی اپنانا چاہیے، یعنی نیکی کی عادت ہونے کہ پالیسی۔ خیر وہی ہے جو عالمگیر صداقت ہو اور دنیا اسے اختیار کر سکے۔

کانٹ کے فلسفہ اخلاق میں ارادے کے ساتھ ساتھ اصول کو بھی اہمیت حاصل ہے۔ عموماً اپنے دوست یا عزیز کو مصیبت میں مبتلا پا کر ہم رحم کے جذبے سے سرشار اس کی مدد کرتے ہیں۔ کانٹ کا خیال ہے کہ اس مدد کے جذبے کا محرک بھی درست ہو اگر ہم کسی بھی انسان کو مصیبت میں مبتلا دیکھ کر اسی جذبے سے مدد کرتے ہیں تو یہ اخلاق ہے۔ رفاہی ادارے بلا امتیاز دیکھی انسانوں کی مدد کرتے ہیں یہ نیکی ہے۔

کانٹ نیک اعمال کو عادت بنا لینے پر زور دیتے ہیں۔ اعمال میں اتار چڑھاؤ اخلاق کے زمرے میں نہیں آتا۔ وہ صرف اصول اور قاعدے کے مطابق مطلق حکم کو درست تصور کرتے ہیں۔ چنانچہ درست فعل وہ ہے جو ایک شخص خود کرے اور چاہے کہ دوسرے بھی ایسا کریں۔ کانٹ آزادی کے حق کے حامی اور جبر کے خلاف ہیں۔ وہ عزم و ارادے کے مطابق سزا کے قائل ہیں۔ ان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ سزا ارادی افعال پر دی جانی چاہیے نہ کہ افعال کا نتیجہ دیکھ کر سزا دی جائے۔



(الف) مفصل جواب لکھیے۔

- 1- کانٹ کے نظام اخلاق کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟
- 2- کانٹ کے حالات زندگی پر نوٹ لکھیں۔

(ب) سوالات کے مختصر جوابات لکھیں۔

- 1- کانٹ کی زندگی کے دلچسپ پہلو کون سے تھے؟
- 2- کانٹ فلسفے کے علاوہ کس مضمون سے دلچسپی رکھتے تھے؟
- 3- کانٹ اخلاق میں کس چیز کو زیادہ اہم سمجھتے تھے؟
- 4- کانٹ نیک اعمال کے بارے میں کس بات پر زور دیتے ہیں؟
- 5- کانٹ کا سزا کے بارے میں کیا نقطہ نظر ہے؟

(ج) درست جواب کی نشاندہی کیجیے۔

- 1- عمانوئل کانٹ کے استاد تھے۔
- 2- (ا) فلسفے اور نفسیات (ب) اخلاقیات اور نفسیات (ج) طبیعیات اور ریاضی (د) کیمیا اور طبیعیات
- 3- عمانوئل کانٹ کے والد سے جرمنی آئے تھے۔
- 4- (ا) ہالینڈ (ب) انگلینڈ (ج) سکاٹ لینڈ (د) سویٹزر لینڈ
- 5- کانٹ کے نزدیک اخلاق کا نام ہے۔
- 6- (ا) دیانتداری (ب) ارادے (ج) نیکی (د) حسن عمل
- 7- کانٹ پر سزا کے قائل ہیں۔
- 8- (ا) بددیانتی (ب) ارادی افعال (ج) بے اصولی (د) ہر جرم

(د) طلبہ کے لیے سرگرمیاں:

- 1- ”ایک منفرد شخصیت“ کے عنوان سے کانٹ کے بارے میں چند باتیں ایک صفحے پر لکھیں اور آپس میں تبادلہ خیال کریں۔
- 2- طلبہ کانٹ کے فلسفہ اخلاق کے اہم نکات خوش خط لکھ کر نمایاں جگہ پر آویزاں کریں۔

(ه) اساتذہ کے لیے ہدایات:

- 1- عمانوئل کانٹ کے دور (اٹھارھویں صدی) اور آج کے زمانے کی جرمن ریاست کے فرق کے بارے میں طلبہ کو آگاہ کریں۔
- 2- کانٹ کی کتب کی فہرست تیار کرائیں۔

سری ار بندو گھوش

سری ار بندو گھوش (Aurbindu Ghosh) (1872-1950) عیسویں گونا گوں خوبیوں اور صلاحیتوں کے مالک تھے۔ وہ ایک متحرک سیاسی رہنما، صوفی، مفکر، شاعر، فلسفی، یوگی اور روحانیت کے ماہر تھے۔ اتنی خوبیاں کم کم لوگوں میں ہوتی ہیں۔ وہ کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ ان کے خطوط کے مجموعے بھی شائع ہو چکے ہیں۔



سری ار بندو 15 اگست 1872 عیسویں کو کلکتہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد ڈاکٹر گھوش ترقی پسند خیالات کے حامل تھے۔ انھوں نے طب کی تعلیم برطانیہ میں پائی تھی۔ ان کی شدید خواہش تھی کہ ان کے بچے مغربی تہذیب کے رنگ میں رنگ جائیں اور مشرقی تہذیب کے اثرات ان پر نہ پڑیں، بلکہ برصغیر پاک و ہند کی تہذیب کا سایہ بھی ان پر نہ پڑنے پائے۔ انھوں نے اپنے بچوں کو دارجلنگ کے کانوٹ سکول میں داخل کرایا اور تھوڑے ہی عرصے بعد وہ ار بندو اور ان کے دو بھائیوں کو مانچسٹر لے گئے۔ اس وقت ار بندو کی عمر صرف سات سال تھی۔ ان بچوں کو ایک پادری ڈ ریوٹ کی نگرانی میں دے دیا گیا۔

جناب مسٹر ڈ ریوٹ نے ار بندو کو لاطینی زبان اچھی طرح سے سکھا دی اور وہ اس لائق ہو گئے کہ سینٹ پال سکول میں داخلہ حاصل کر سکیں۔ اس ادارے میں انھوں نے یونانی زبان میں بھی مہارت حاصل کی۔ تعلیم مکمل ہونے پر ار بندو وطن لوٹ آئے۔ 1893 عیسویں میں جب وہ ہندوستان لوٹے تو وہ بڑے کالج میں استاد مقرر ہوئے۔ بعد ازاں وہ اسی کالج کے پرنسپل بھی رہے۔ ان دنوں آزادی کی تحریک زوروں پر تھی۔ انھوں نے سیاست میں حصہ لینا شروع کیا۔ وہ جنگا نتر پارٹی کے بانیوں میں شمار ہوتے ہیں۔ یہ ایک انقلابی پارٹی تھی جو زیر زمین رہ کر انقلاب برپا کرنے کے لیے کوشش کر رہی تھی۔ ار بندو بنگال کے ایک قوم پرست اخبار ”بندے ماترم“ کے ایڈیٹر بھی رہے۔ بنگال کی تقسیم میں وہ اہم رہنما کے طور پر شریک رہے۔

ایک مقدمے کے نتیجے میں وہ کوکلکتہ جیل میں قید کیے گئے تھے۔ اس جیل میں ان پر علی پور سازش اور بغاوت کا مشہور مقدمہ چلا۔ یہیں انھیں گیتا کے مطالعے کا موقع بھی ملا۔ انھیں کچھ روحانی تجربات بھی حاصل ہوئے۔ ایک ہندو فلسفی نے یوگا کی مشقوں میں ان کی رہنمائی کی۔ اب ان کا ذہن بدلنے لگا۔ وہ سیاست سے روحانیت کی طرف مائل ہوئے۔ اس دوران 1910ء عیسویں میں وہ علی پور سازش کیس سے باعزت بری ہوئے اور کوکلکتہ کو ہمیشہ ہمیش کے لیے خیر آباد کہہ کر وہ پانڈی چری میں جا بسے۔

1914ء عیسویں میں انھوں نے پانڈی چری سے 64 صفحات پر مشتمل ایک رسالہ جاری کیا جو چھ سال سے زیادہ عرصے تک ان کے نظریات کا ترجمان رہا۔ اس میں ان کے طویل مضامین قسط وار بھی شائع ہوئے اور ان کے مختصر مضامین بھی اس رسالے کی زینت بنے۔ 1928ء عیسویں میں انھوں نے ”ملکوٹی ماں“ کا تصور پیش کیا۔ یہ ما فوق الفطرت ایک آسمانی ملکوتی ہستی کا تصور تھا جو شعور اور قوت کا

مرکز تھی اور ان کے بقول یہ ہستی اپنی چار قوتوں سے کائنات کی رہنمائی کرتی ہے۔ انھوں نے اس ہستی کی توجہ حاصل کرنے کی شرائط بھی بیان کیں، انھوں نے بالائی شعور کا فلسفہ بھی پیش کیا۔

سری ار بندو دولت کو ایک اہم قوت تصور کرتے ہیں، بلکہ وہ مال و زر کو ایک خدائی قوت قرار دیتے ہیں جو خدا ہی بندوں کو دیتا ہے جبکہ دولت روئے زمین پر یہ اہم کام سرانجام دیتی ہے۔

سری ار بندو کی زیادہ تر تحریریں انگریزی میں ہیں لیکن ان کے تراجم بنگالی، گجراتی، سنسکرت، فرانسیسی، ڈچ، ہسپانوی اور فارسی کے علاوہ دیگر زبانوں میں بھی کیے گئے ہیں، وہ شاعر بھی تھے۔ رابندنا تھ ٹیگور نے ان کی تعریف میں اشعار بھی کہے ہیں۔ ان کی ایک روحانی آزاد نظم چوبیس ہزار مصرعوں پر مشتمل ہے۔ سری ار بندو 1950 عیسویں میں فوت ہو گئے مگر اپنے فکر و فن کی وجہ سے وہ آج بھی زندہ ہیں اور بنگال کے مؤثر رہنماؤں میں شمار کیے جاتے ہیں۔

مشق

(الف) مفصل جواب لکھیے۔

- 1- سری ار بندو کی شخصیت اور فلسفے کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟
- 2- سری ار بندو نے زبانوں کی تعلیم کہاں اور کب حاصل کی؟

(ب) سوالات کے مختصر جوابات لکھیں۔

- 1- سری ار بندو گھوش کن صلاحیتوں کے مالک تھے؟
- 2- سری ار بندو گھوش نے ابتدائی تعلیم کہاں پائی؟
- 3- انھوں نے گیتا کا مطالعہ کہاں کیا تھا؟
- 4- ان کا جاری کردہ رسالہ کتنے سال جاری رہا؟
- 5- سری ار بندو کس چیز کو بڑی قوت سمجھتے تھے؟

(ج) درست جواب کی نشاندہی کیجیے۔

- 1- سری ار بندو کے والد کی خواہش تھی کہ ان کے بچے.....
- (ا) اعلیٰ تعلیم حاصل کریں (ب) روحانیت کے ماہر ہوں (ج) ہند کی تہذیب سے بچے رہیں۔ (د) ا، ب، ج
- 2- سری ار بندو نے سینٹ پال سکول سے..... زبان سیکھی۔
- (ا) لاطینی (ب) یونانی (ج) ہندی (د) انگریزی

- 3- وہ..... پارٹی کے بانیوں میں سے تھے۔
 (ا) کانگریس (ب) جنگانتھر (ج) بنگلہ پارٹی (د) عوامی لیگ
- 4- سری ار بندو نے رسالہ..... سے جاری کیا۔
 (ا) کول کتہ (ب) دہلی (ج) پانڈی چری (د) ڈھا کہ
- 5- سری ار بندو کی تصانیف..... زبان میں ہیں۔
 (ا) انگریزی (ب) سنسکرت (ج) بنگالی (د) ہسپانوی
- (د) کالم (الف) کاربط کالم (ب) سے کریں اور جواب کالم (ج) میں لکھیں۔

کالم (الف)	کالم (ب)	کالم (ج)
پیدائش	1928ء	
لاطینی	آزاد نظم	
ملکوتی ماں	کلکتہ	
وفات	ڈریوٹ	
رسالہ	1914ء	
	1950ء	

طلبہ کے لیے سرگرمیاں:

(ہ)

سری ار بندو کی سوانحی تفصیل کا ایک چارٹ بنائیے اور اسے کمرہ جماعت میں آویزاں کریں۔

-1

اساتذہ کے لیے ہدایات:

(و)

طلبہ پر واضح کریں کہ بڑی شخصیات میں بہت زیادہ صلاحیتیں ہوتی ہیں وہ ان صلاحیتوں اور محنت کے زور پر بڑے بڑے کام سرانجام دیتے ہیں۔ اتار چڑھاؤ بھی انسانی زندگی کا حصہ ہے۔

-1



فرہنگ

مذہب کا تعارف

معانی	الفاظ	معانی	الفاظ
فرائض	فریضہ	جس کی کوئی حد نہ ہو	لامحدود
ایک زبان کا نام	لاطینی زبان	تکرار	مداوت
زندگی کا انداز	طریق حیات	خدا کی رحمت	فضلِ خداوندی
روح کی ضروریات	روحانی تقاضے	دُنیا کی ضروریات	مادی تقاضے
وجہ بتانا	توجیہ	وضاحت	توضیح
خوبیاں	خصائل	کافی سمجھنا	اکتفا کرنا
معاشرے کی مضبوطی	معاشرتی استحکام	تصدیق کرنا	توثیق
تبدیلی	تغییر	تبدیل کرنا	رد و بدل کرنا
حصہ	عنصر	شروع کی بات	نقطہ آغاز

مشکلات کے حل میں مذہب کی راہنمائی

یقین کرنا	توکل کرنا	دُنیاوی چیزوں سے محبت	مادہ پرست
پانی پہنچانا	آب رسانی	انسانوں کی خدمت	خدمتِ خلق
پُر جوش ہونا	سرگرم ہونا	مشکل میں ڈال دینا	اجیرن کر دینا
رشتے دار	اعزا	مرنے کے قریب ہونا	بستر مرگ
ہدایت کرنا	تلقین کرنا	آوارگی	بے راہ روی
جڑ جانا	وابستہ ہونا	مصیبت کی جمع	مصائب
قرض دار ہونا	بال بال قرضے میں جکڑنا	ایک وقت میں	بیک وقت
حاوی ہونا	مسلط ہونا	خاتمہ کرنا	بچ کئی کرنا

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
ازل	وہ زمانہ جس کی کوئی ابتدا نہ ہو، آغازِ خلقت	سرشت	فطرت
تحسین	تعریف، مرجا	تدارک	درستی، اصلاح
تلافی	ازالہ	تفریح و طبع	سیر و تفریح کا شوقین
قابلِ مذمت	ناپسندیدہ	دلہل میں دھنسا	مصیبت میں پھنسا
الہیات	الہیت کی جمع وہ علم جس میں وجود باری تعالیٰ پر بحث ہو	رفاہ عامہ	لوگوں کی بھلائی کے لیے
جرائم کا انسداد کرنا	جرائم کا خاتمہ	عدل و انصاف	انسانوں کے ساتھ برابر سلوک کرنا
تشریحات	تفصیلات	بین الاقوامی	عالمی سطح کا
جوں کے توں	اثر نہ ہونا	وسائل	سہولیات

مہاتما وردھمان مہاویر

مہاویر	عظیم ہیرو	کنفیوشس	کنفیوشی مذہب کے بانی
ریاضت	مشقت، نفس کشی	حشرات الارض	کیڑے مکوڑے
مصلح	اصلاح کرنے والا	فروعی	شاخیں، اضافی
خود ضبطی	اپنی خواہشات پر قابو پانا	کھیشتری	ذات پات کی تقسیم میں ایک طبقہ جو دفاع کرتا ہے
کشکول	بھیک مانگنے کا پیالہ	قبل مسیح (BC)	حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے کا زمانہ
BCE	Before Common Era	ثقافتی تسلط	
پُرجنم	ہندو عقیدے کے مطابق مرنے کے بعد دوبارہ پیدا ہونا	چتا	ہندو دھرم کے مطابق لکڑیوں کا ڈھیر جس پر لاش کو جلایا جائے
قابلِ اعتراض	جس پر اعتراض ہو	ہم عصر	ایک زمانہ کے
سنیاس لینا	دُنیاوی اساتھوں کو چھوڑ دینا	پریش	آسائشیں
ریاضت کرنا	تکرار کرنا	نفس کشی	نفس کو مارنا

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
عالم نزاع	آخری وقت	عرفانِ احدیت	خدا کے واحد ہونے کی پہچان
متروک	ترک کیا ہوا	گیان حاصل کرنا	علم حاصل کرنا
ذہنی انقلاب	سوچ بدلنا	راہبانہ زندگی	تارک الدنیا ہو کر چینا
مساویانہ	برابری	نصب العین	اُصول
ما فوق الفطرت	غیر معمولی بات / کرشمہ	مماثلت	ایک جیسے
سراوتی	ایک قدیم شہر کا نام	تقویض ہونا	سپردہ ہونا
مرن بھرت	مرنے کے لیے روزہ رکھنا	منتشر کرنا	بکھر جانا
حُرمت	عزت	ترجیح دینا	اہمیت دینا
مضمحل استعداد	چھپی ہوئی صلاحیت	تنزل	زوال
عجائبات ہند	برصغیر کے عجائبات	ہفت	سات نمبر
قطبین	جنوبی و شمالی یعنی زمین کے دونوں سرے	منطقہ حارہ	زمین کی وہ پٹی جو خط جدی سے خطِ سرطان تک پھیلی ہوئی ہے
ایذا دینا	تکلیف دینا	جواہرِ ثلاثہ	تین خوبیاں
عصمت و عفت	حیا اور عزت	بے رغبتی	دلچسپی نہ ہونا
فروعی عہد		سرمنڈوانا	سر کے بال اُترانا
تکبریات	غور کرنا	برہم اچار یہ	جوشادی نہ کرنے کا عہد کرے

عبادت کے انسانی زندگی پر اثرات - مذاہبِ عالم کی روشنی میں

غصب کر لینا	ناجاہز قبضہ کر لینا	بغض	عداوت، کینہ
مُراقبہ	تنہائی میں خدا کی طرف دھیان دینا	چلّہ کشی	چالیس روز تک تنہائی میں بیٹھ کر کوئی عمل کرنا
ماورا	نا قابل فہم	حق غصب کرنا	کسی کا حق کھانا
استغراق	کسی خیال یا فکر میں محو ہونا	اعتدال	میانہ روی
احیا کی تحریک	کسی تحریک کو دوبارہ زندہ کرنا	تاویل	من مانے معنی نکالنا
تنوع	کئی قسم کے	صفات ربوبیت	خدا تعالیٰ کی صفات

عالمی مذاہب میں اخلاقی اقدار

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
دل پیچنا	رحم آنا	فطرت سلیم	اعلیٰ طبیعت
شرف انسانیت	انسان کا مرتبہ	پسچ جانا	مہربان ہونا
عفو و رگزر	معافی و بخشش	مبلغین	تبلیغ کرنے والے
وقوفی علوم	وہ علم جس کا ادراک ہو سکے	غیر متعصبانہ	تعصب کے بغیر
زیادتی کا مرتکب ہونا	زیادتی کرنا	تقابل ادیان	مذاہب کا موازنہ
قصر مذلت	ذلت کی جگہ	استدلال	دلیل کے ساتھ
کوتاہ بینی	تنگ نظری	حیات بعد الموت	موت کے بعد زندگی
لازم و ملزوم	نہایت ضروری	عالمی اصول	ازدواج کے قوانین

انسانی کردار سازی پر احتساب کے اثرات

تخریب	توڑ پھوڑ	محاسبہ	پڑتال یا حساب
مواخذہ	گرفت، باز پرس	شتر بے مہار	اپنی مرضی پر چلنے والا
سرزنش	ڈانٹنا	محتسب	حساب لینے والا
لگام دینا	روکنا	عدالتِ عظمیٰ	سب سے بڑی عدالت
راہِ راست	سیدھا راستہ	آواز پر کان نہ دھرنا	بات نہ سننا

مذہبی تعلیمات میں پابندی وقت کی اہمیت

نظامِ الاوقات	نائمِ ٹیبل	فضیلت	بڑائی، برتری
نا آسودگی	دُکھ / پریشانی	درہم برہم ہونا	برباد ہو جانا
قیمتی متاع	قیمتی چیزیں	ابدی حقیقت	غیر فانی حقیقت
متعلقہ دروازہ	خاص دروازہ	نشست	سیٹ
ماہین	درمیان	استحقاق	قانونی یا اخلاقی حق
ناگزیر	ناگوار	شانستگی	تمیز اور تہذیب

فلاسفر ارسطو

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
سنگ میل	راستہ بتانا والا پتھر	نظیر	مثال
حصول علم	علم کا حاصل کرنا	میلان	رجحان
اتالیق	اُستاد	ایتھنز، مقدونیہ	یونان کے قدیم شہروں کے نام
خطیر رقم	بہت زیادہ رقم	مستند	سند یافتہ

عمان ویل کانٹ

خیر و شر	اچھائی بُرائی	محرك	تحریک دینے والا، آمادہ کرنے والا
نظام شمسی	سورج کے گرد سیاروں کی گردش	منقطع ہو گیا	ٹوٹ گیا
کونگیز برگ	شہر کا نام	ہاپل مچ جانا	بھگدڑ مچ جانا
بچی اُدھیڑ ڈالنا	تار تار کرنا	تصفیہ کرنا	صلح کرنا
اجتماعیت	اتحاد۔ اتفاق	قانون الہی	خدا کا قانون

سری اربندو گھوش

گیتا	ہندوؤں کی مقدس کتاب	ما فوق الفطرت	فطرت سے ہٹ کر
رابندر ناتھ ٹیگور	بنگال کا معروف شاعر	یوگی	سادھو، جوگ لینے والا شخص

